تذکرہ حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ

مولانا محمد عبد الحلیم چشتی

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات میں فطرت کی طرف سے جو اوصاف و کمالات ودیعت کئے گئے تھے انہوں نے خلق خدا کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا، جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اپنے مذاق کے مطابق اپنے حوصلہ و ظرف کے بقدر فائدہ اٹھاتا تھا اور ان کی ذات قدسی صفات کا والہ و شیدا ہو جاتا تھا۔ ایسے ہی مستفیدین میں ایک بزرگ محمد حسین بن محمد مسعود مراد آبادی تھے۔ یہ سید امانت علی حسینی چشتی المتوفی سنہ ۱۲۸۰ھ کے مخلص مرید تھے۔

انہیں بزرگوں سے بڑی عقیدت تھی اور ان کے حالات کی بڑی جستجو تھی جب کبھی حضرت نانوتویؒ کا مراد آباد یا بریلی میں ورود مسعود ہوتا یہ خدمت میں برابر حاضر ہوتے اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

انہوں نے سنہ ۱۲۸۳ھ میں بزرگان دین کا ایک تذکرہ فارسی زبان میں لکھنا شروع کیا تھا جو کم و بیش چار سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا، اس کا نام انوار العارفین ہے یہ سنہ ۱۲۹۲ھ میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا تھا، اب نہیں ملتا ہے۔۔۔ یہ تذکرہ مختصر جامع اور مفید ہے۔ اس میں موصوف نے چار مشہور خانوادوں کے بزرگوں کا حال قلمبند کیا ہے اور ان بزرگوں کا حال بھی لکھا ہے جن کو انہوں نے دیکھا تھا۔ اس کتاب میں چشتیہ صابریہ سلسلہ کے بزرگوں کے تذکرے میں حضرت نانوتویؒ سے بعض بڑی اہم اور نہایت مفید معلومات

نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالرحیم چشتی افغانی سہارنپوری شہید ۱۲۴۶ھ کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں۔

بیعت جہاد با جناب سید احمد صاحب	شاہ عبدالرحیمؒ نے حضرت سید صاحبؒ
کردند حضرت حاجی مولوی محمد قاسم	کے دست حق پرست پر بیعت جہاد
صاحب در مجلسے با راقم نقل می فرمودند	کی حضرت حاجی مولوی محمد قاسم
کہ چوں ہر دو ذات بابرکات بعد	صاحب نے راقم سے ایک مجلس میں
فراغ مراقبہ با ہم می نشستند اثر	بیان فرمایا کہ مراقبہ سے فارغ ہونے
ہمت توجہ ایشاں بر جناب سید احمد	کے بعد جب دونوں حضرات بیٹھے تو
صاحب خندہ ہائے قہقہہ کہ خاص	ان کی نسبت توجہ کے اثر سے حضرت
اثر نسبت چشتیہ است ظاہر می شد	سید احمد صاحبؒ پر قہقہہ کی صورت
و اثر توجہ جناب سید بر ایشاں غلبۂ	میں نسبت چشتیہ ظاہر ہوتی اور
سکر رومی داد رحمۃ اللہ علیہم	حضرت سید صاحب کی توجہ کے اثر
و ہم مولوی صاحب موصوف با راقم	سے ان پر غلبۂ سکر نمایاں ہوتا تھا
و یا دو سہ از اہل علم نقل می فرمودند	رحمۃ اللہ علیہم نیز مولوی صاحب
کہ عبداللہ خاں رئیس پھلاسا مرید	موصوف نے راقم اور دو تین اہل علم
عقیدت کیش شاہ رحم علی قدس سرہ	سے بیان فرمایا تھا کہ عبداللہ خاں
برائے دردِ زہ قند سیاہ دم می کرد	رئیس پھلاسہ جو شاہ رحم علی قدس سرہ
و قبل از تولد مولود کہ پسر خواہد آمد	کے عقیدت کیش مرید تھے دردِ زہ
یا دختر خبر می دادند چوں کیفیت آں	کے سلسلہ میں گڑ دم کرکے دیا کرتے

ل؎ مولانا سید عبدالحی حسنی لکھنویؒ نے شاہ عبدالرحیم ولایتی کا تذکرہ نزہۃ الخواطر ج۷ ص۲۳۶ میں انوار العارفین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس بات کو نظرانداز کر دیا ہے۔

غیر از وے می پرسیدند می گفتند که
که مرشد من مرا صورت دختر و پسر معائنہ
می کنانند راقم وے را دیدہ بود مرد
بزرگ و خوش اوقات بودند از ینجا تصرف
ارواح بزرگان در عالم مثال ثابت
می شد که صورت مثالیه را معائنہ می
کنانند[۱]

تھے اور ولادت سے پہلے ہی بتلا
دیا کرتے تھے کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی؟
ان سے جب اس پیشگی اطلاع دینے
کی کیفیت دریافت کی جاتی تو فرماتے
کہ میرے مرشد لڑکے یا لڑکی کی صورت
میرے سامنے کر دیتے ہیں راقم نے
بھی موصوف کی زیارت کی ہے وہ ایک
خوش اوقات مرد بزرگ تھے اس سے
ارواح بزرگاں کا تصرف بھی ثابت
ہوتا ہے کہ یہ حضرات عالم مثال میں
مثالی صورتیں دکھا سکتے ہیں۔

اور اسی طرح حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں حضرت نانوتویؒ سے ناقل ہیں۔

حاجی مولوی محمد قاسم صاحب با راقم
نقل فرمودند که شخصے گفت که جبہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم که در لہاری
و جلال آباد است حاجی امداد اللہ صاحب
را پوشیدہ بخواب دیدم تعبیر آں
پر ظاہر است که ایشان بلباس شریعت
و آداب طریقت آراستہ و پیراستہ

حاجی مولوی محمد قاسم صاحب ایک شخص
کا بیان راقم سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں
نے حاجی امداد اللہ صاحب کو خواب
میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ
جبہ پہنے ہوئے دیکھا جو لہاری اور
جلال آباد میں موجود ہے جس کی تعبیر
ظاہر ہے کہ موصوف لباس شریعت

۱؎ ملاحظہ ہو انوار العارفین صفحہ ۵۲

امدطالبان را با تباع سنت و
علوم شریعت و آداب طریقت
تعلیم و تلقین می فرمایند و خدمت
خود از عالم سید روا ندارند و
از کسر نفسی خود تعلیم ظاہری
از مریداں نہ پسندند و بتعظیم
باطن امر فرمایند۔

اور آداب طریقت سے آراستہ
پیراستہ ہیں اور سالکین کو سنت اور
علوم شریعت اور آداب طریقت
کے اتباع کی تعلیم و تلقین فرماتے ہیں
اور کسی عالم یا سید سے اپنی خدمت
لینا پسند نہیں فرماتے اور اپنی کسر
نفسی کی وجہ سے مریدوں کو باقاعدہ
ظاہری تعلیم دینا بھی پسند نہیں فرماتے
بلکہ انہیں باطنی تنظیم کا حکم فرمادیتے ہیں

محمد حسین مرادآبادیؒ نے چشتیہ صابریہ سلسلہ کے بزرگوں[1] میں حضرت نانوتوی کا بھی تذکرہ کیا ہے یہ تذکرہ اگرچہ نہایت مختصر ہے لیکن اس میں تذکرہ نگار نے حجۃ الاسلام کی سیرت کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا اور موصوف کے عادات و اطوار گفتار و کردار، علم و فضل کمالات ظاہری و باطنی سب ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

اس مختصر تذکرہ سے حضرت ممدوح کی زندگی کے بعض ایسے مخفی گوشے بھی سامنے آتے ہیں جن کے ذکر سے حضرت نانوتویؒ کی ضخیم سوانح عمریاں بھی یکسر خالی ہیں اور اس اعتبار سے ان کی سیرت پر یہ ایک نہایت جامع بڑا بصیرت افروز اور بہت ہی حقیقت پسندانہ تبصرہ ہے اور یہ اس امر کا شاہد عدل ہے کہ جب حضرت نانوتویؒ کا کاروان عمر چونتیسویں منزل طے کر رہا تھا حضرت موصوف کا شمار کبار علماء ہی میں نہیں بلکہ اس دور کے کبار اولیاء اللہ کے زمرہ میں بھی ہونے لگا تھا۔ اس تذکرہ میں حضرت نانوتویؒ کی سیرت کے جن پہلوؤں پر

---

[1] محمد حسین مرحوم نے چشتیہ صابریہ سلسلہ کے سب ہی بزرگوں کا انوار العارفین میں تذکرہ کیا ہے لیکن تعجب ہے کہ حضرت گنگوہی کا تذکرہ ان سے رہ گیا۔

محمد حسین مرادآبادی نے روشنی ڈالی ہے وہ ایک غیر جانبدارانہ بیان ہونے کی وجہ سے خصوصی توجہ کا مستحق ہے اس سے تذکرہ نگار کی فراست و بصیرت اور حق پسندی اور راست گفتاری پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

یہ تذکرہ اس لحاظ سے کہ حضرت نانوتویؒ کی حیات ہی میں چھپا تھا، خصوصی اہمیت کا حامل ہے حضرت نانوتوی پر کام کا سلسلہ جاری ہے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت کچھ لکھا جانا باقی ہے۔

ہمارے اس مضمون سے اب حضرت نانوتوی کی سوانح و سیرت کے ماخذوں میں دو اور قدیم تر ماخذوں کا اضافہ ہو جاتا ہے اور یوں بنیادی ماخذوں کی تعداد دس جب کہ سوانح قاسمی کے مقدمہ میں حضرت قاری طیب صاحب زید مجدہم نے بیان کیا ہے) کے بجائے بارہ تک پہنچ جاتی ہے جن میں اولیت کا شرف اسی مختصر سے تذکرہ کو حاصل ہے۔

افسوس ہے کہ آج تک تذکرہ نگاروں کی نگاہ اس نادر تذکرہ کی طرف نہیں گئی۔ اب پہلی مرتبہ اس تذکرہ سے حضرت نانوتوی کے حالات نقل کر کے پیش کئے جا رہے ہیں، امید ہے کہ محمد حسین مرادآبادی نے حضرت نانوتوی پر جو کچھ لکھا ہے اس کو دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ موصوف لکھتے ہیں

ذکر حضرت مولوی محمد قاسم صاحب

وے حضرت حاجی خانۂ خدا و زائر روضۂ	حضرت موصوف مہاجر بیت اللہ
رسول اللہ اند و از عمائے شیوخ صدیقی	اور زائر روضۂ رسول اللہ ہیں اور
قصبۂ نانوتہ ہستند عالم اند متقی و ربانی و	قصبۂ نانوتہ کے صدیقی رؤسائے
حقانی و واقف اسرار شریعت و طریقت	شیوخ میں سے ہیں عالم متقی ربانی
اند قول و فعل وے بے ریا و بے	و حقانی ہیں اور واقف اسرار
تصنع است و معرض از دنیا و ارباب	شریعت و طریقت ہیں ان کا
آں با وجود اہل و عیال آزادانہ و مجردانہ	قول و عمل نمائش و تصنع سے پاک
گزران می کنند و بقدر حاجت ضروری	ہوتا ہے وہ دنیا اور اہل دنیا

دنیوی کار برخود مقرر نمی نمایند
ولباس مولویانہ ومشائخانہ نمی
دارند وبا تکلف آشنا نہ مقلد
مذہب حنفیہ اند ونیز مشرب
چشتیہ بہشتیہ واجازت تعلیم علم
باطن بر چہار طرق از حضرت
حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ وسند
حدیث از شاہ عبدالغنی مجددی
می دارند ومانند محققان وعارفان
درمیان سخن حقائق ومعارف
دور اثبات وجودی کلام می گویند
ودر شہود توحید شہودی انکار
ندارند ودر اکثر اوقات در
شغل تنزیہ وتشبیہ خود را
مشغول می دارند وسماع غلبہ
مزامیر اگر بطریق امور اتفاقیہ
پیش می آید انکار ندارند از ایشان
پرسیدم کہ در طریقہ حضرات جناب
غلبہ چشتیت است فرمودند بلے
کہ آں از حضرت شاہ عبدالباری
رسیدہ است وقتے مرادآباد
بتکلیف خاں صاحب شبیر علی

سے کنارہ کش رہتے ہیں عیالدار
ہونے کے باوجود آزادانہ اور مجردانہ
زندگی گزارتے ہیں اور ضرورت کے
مطابق ہی دنیا کے کام کرتے ہیں۔
اور مولویانہ اور مشائخانہ لباس استعمال
نہیں کرتے بلکہ سادہ اور بے تکلف
رہتے ہیں حنفی مذہب کی تقلید
کرتے ہیں اور چشتیہ بہشتیہ
مشرب رکھتے ہیں اور چاروں سلسلوں
کی اجازت حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ سے
اور سند حدیث حضرت شاہ
عبدالغنی مجددی سے رکھتے ہیں اور
محقق عارفین کی طرح حقائق ومعارف
بیان کرتے ہیں اور توحید وجودی کے
اثبات میں کلام کرتے ہیں اور توحید
شہودی کے مشاہدے کے بھی منکر نہیں
ہیں اور اکثر تنزیہ وتشبیہ کے
شغل میں خود کو مشغول رکھتے ہیں
اور کبھی بلا مزامیر سماع کی اتفاقیہ
نوبت پیش آجائے تو انکار نہیں
فرماتے میں نے موصوف سے ایک
مرتبہ دریافت کیا کہ آپ حضرات

تشریف آوردند و نیز بر مکان
خانصاحب موصوف فروکش شدند
روزے خانصاحب راقم نقل
کردند کہ قوال بے مزامیر غزلے
گفت شنیدند و گرم شدند چوں نظر
ایشاں بر بعضے ناواقفاں از حال
و اسرار عارفاں و بے خبر از
درد عاشقاں کہ دراں جا حاضر بود افتاد
فرمودند کہ تاثیر ہر کس اثرے دارد
و من اہل آں نیستم، انتہی آرے
اخوان زمان و مکان دراں شرط
است و باقی شروط آں در کتب
قوم مرقوم است۔

سلمہ اللہ تعالیٰ
(صفحہ ۵۲۴)

میں چشتیت کا غلبہ رہتا ہے؟
فرمایا ہاں یہ حضرت شاہ
عبدالباری کا اثر ہے۔

ایک دفعہ شیر علی خانصاحب کی
عیادت کے سلسلہ میں مراد آباد
تشریف لے جانا ہوا۔ ایک روز
کا واقعہ خانصاحب راقم سے
نقل فرماتے تھے کہ ایک قوال نے
بغیر مزامیر کے غزل چھیڑ دی سنکر
جوش میں آئے لیکن جب بعض
ایسے لوگوں پر نظر پڑی جو اہل
معرفت کے حال سے ناواقف
اور عشاق کے درد سے بے خبر
وہاں موجود تھے تو فرمانے لگے ہر
شخص کی تاثیر میں ایک اثر ہوتا
ہے لیکن میں اس کا اہل نہیں ہوں
اخوان زمان و مکان کا ہونا سماع
میں شرط ہے اور باقی شروط
سماع صوفیاء کی کتابوں میں
لکھی ہوئی ہیں۔

سلمہ اللہ تعالیٰ
(صفحہ ۵۲۴)

اسی طرح حضرت نانوتویؒ کے نیازمندوں میں سے ایک بزرگ حافظ عبدالرحمٰن جھنجھانوی بھی تھے انہوں نے ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء میں جو حضرت نانوتوی کا سال وفات ہے ایک کتاب فارسی میں سفینۂ رحمانی لکھی تھی جو ۱۸۸۲ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اب نہیں ملتی ہے اس کے سفینۂ دومی میں "درویشان سعادت پژوہ" کا تذکرہ ہے اس باب میں "مرگ یاراں" کے زیرِ عنوان سب سے پہلے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کا تذکرہ کیا ہے جس میں ان کا اشہب قلم رکنے ہی کو نہیں کہتا، تذکرہ کیا ہے۔ رنگین نثر میں مرثیہ لکھا ہے۔ اور خوب لکھا ہے پڑھیئے اور لطف لیجئے۔ فرماتے ہیں۔

پانزدہم اپریل ۱۸۸۰ء چہ روز	۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کا دن بھی کس
قیامت وحشت بار امست کہ	قدر وحشت بار قیامت کا دن نکلا اور
رو نمود چہ ہنگامہ محشر سینہ فگار	کیا سینہ فگار ہنگامہ محشر بپا ہوا یعنی
است کہ پیش آمد اعنی محبوب	دلنواز دوست اور سرمایۂ اعزاز و
دلنواز سرمایہ اعزاز و امتیاز	افتخار امام الاتقیا، سرتاج فضلائے
امام الاتقیا، سراج العلما	زمانہ تاج دین و ایمان کا گوہر درخشاں
سرتاج فضلائے زمان درخشاں	مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مغفور
گوہر اکلیل دین و ایمان مولوی	اس سرابگاہِ دنیا سے جنت الماویٰ
محمد قاسم صاحب مرحوم و مغفور	کی طرف روانہ ہوگئے اور ہمارے
ازیں سرابگاہ بجنت الماویٰ	دلوں کو نشتر غم سے زخمی کر گئے آپ
شتافتند و دل ما را از نشتر غم	کی زندگی کے نورانی چہرہ کا نقاب
بشگافتند در نقاب خفا آمدن	میں چھپ جانا حقیقت یہ ہے کہ
دیدن چہرۂ نورانی حیات	زاہدوں عابدوں عالموں اور حکیموں
شان در حقیقت نوردیدن صف	کی صفوں کا لپٹ جانا ہے آپ کا
زاہدان و عابدان و علماء	اس غم آگیں وسوسہ گاہ سے گزر جانا

دعکسا راست وگذشتن از شان
از بیں وسواس گاہ و حزن آگیں رفتن
قافلۂ سعادت منداں دریامت

گویا آں تاباں دل خورشید سیما است
سبحان اللہ چہ عالم با عمل ستودہ منش
گزیدہ طبع عظیم الشان ممدوح عالم
و عالمیان بود کہ در علوم ظاہریہ رشک
قدماء سلف و تازہ بہار گلستان
تقدس و ہرگونہ معلومات خلف بود
دل در پہلو ہمچو آفتاب روشن و
درخشاں داشتند کہ انوار اسرار
الہیہ و راز مخفیہ برآں تاباں بود۔
و رموز نہانی را بہ بلاغتے و فصاحتے
بیان می فرمودند کہ عوام ہم بہ اندک
تقریر چاشنی از فہمیدگی می چشیدند
و بہرہ یاب از غوامض کہنہ و راز
دقیقہ می شدند، آئینہ دلش نمونۂ
قدرت و توانائی کبریائے بود کہ
صور ہمہ اسرار باطنی و راز علوی
دراں جلوہ افزائے شہود بود۔ و
گنجینۂ سینہ پاکش خزینۂ جواہر
زواہر نعمائے ایزدی و دفینۂ لاہوتی

دراصل سعادتمند مرتاض روشن
ضمیر، اور آفتاب سیما بزرگوں
کے قافلہ کا گذر رہا ہے۔

سبحان اللہ کیسے عالم باعمل پاکیزہ
طینت، برگزیدہ طبیعت بلند
رتبہ سارے جہان کا ممدوح
علوم ظاہریہ میں متقدمین سلف
کے لئے باعث رشک اور گلستان
تقدس کی تازہ بہار اور خلف
کی ہر طرح کی معلومات کا حامل
تھے پہلو میں دل آفتاب کی طرح
روشن اور درخشاں رکھتے تھے
کہ اسرار الہیہ کے انوار اور مخفی
راز آپ پر ہویدا تھے۔ اور
راز ہائے نہانی فصاحت و بلاغت
کے ساتھ اس طرح بیان
فرماتے تھے کہ عوام بھی تھوڑی
سی تقریر کی روشنی سے سمجھ
کی روشنی کا مزہ پالیتے تھے۔
اور پرانی گہری باتوں اور دقیق
رازوں سے بہرہ یاب ہوجاتے
تھے آپ کا آئینہ دل اللہ کی قدرت

بے بہا ضیائے عطیۂ آسمانی
بود۔ ذات ملکی صفاتش
سراپا نور اسلام کہ در پردہ
صورت انسانی روشنی
یافتہ، حیات تقدس سماتش
شعشۂ دین و ایمان بود کہ خورشید
آسا بر سر جہان و جہانیان
تافتہ تابش فیض از زمین
تا فلک الافلاک درخشیدہ
بارش مکرمتش گلزار ورع
و اتقا را مطرو ریان گردانید
از جوش دریائے علوم گونا
گونش دشت پر خار جہل و
نادانی مبدل بہ چمنستان
سعادت و تقویٰ گردید و از
خروش عمان علم بوقلمونش
وادی پا فگار سور خلقی و خبث
باطنی از صفحۂ ہستی ناپدید گشتہ
گلستان شاداب ہمیشہ بہار
تہذیب و شائستگی و زندہ د
روانی شدہ۔
از وا لیسین یوم آنہا حال دل

و توانائی کا ایک نمونہ تھا کہ سارے
اسرار باطنی اور راز علوی جس میں
جلوہ گر رہتے ہیں۔
اور آپ کا سینۂ پاک کا گنجینہ
اللہ کی نعمتوں کے قیمتی جواہر کا خزانہ
اور بیش قیمت موتیوں اور آسمانی
روشن عطیہ کا دفینہ تھا فی الحقیقت
آپ کی فرشتہ خصلت اور سراپا
نور اسلام ذات انسانی صورت
میں جلوہ گر ہوئی تھی ان کی تقدس
مآب زندگی دین و ایمان کے لئے
ایک شعاع تھی، جو سورج کی طرح
دنیا اور اہل دنیا پر روشن ہوئی تھی
اور ان کے فیض کی تابانی سے زمین
سے لیکر فلک الافلاک چمک اٹھے
اور ان کی بزرگی کی بارش نے زہد
تقویٰ کے باغ کو سیراب کر دیا ہے
آپ کے گوناگوں علوم کے دریاؤں
روانی سے جہالت و نادانی کا دشت
پر خار، سعادت و تقویٰ کے چمنستان
میں تبدیل ہو گیا ہے اور ان کے
بوقلموں دریائے علم کے جوش سے

تا چہ گویم کہ نتوانم گفت وداغ ہائے
الم سینہ خراش را در سلک گفت
کے بہیچ نتوانم سفت، گروہِ زہد
تقویٰ وورع وریاضت مانند ارادت
کیشان راسخ الاعتقاد، حاشیہ نشینانِ
حلقۂ طاعت او بود و گروہ سعادات
کونی والٰہی وطہارات دینی و دنیوی
وتزکیہ وتنزیہ خفی وجلی مانند خادمانِ
جاں نثار ومریدان خوش العقید بساط
بوس بزم عقیدت او بود، از دیدن روئے
پاکش گلشن ایمان نضارت وسیرابی
می یافت واز نور جبین مبینش مہیائے
آفتاب اسلامی تافت ہر کہ او را دید
بدل وجان احکام اسلام ورزید و کسوت
تقویٰ وطیلسان صداقت پوشید
یکے از مریدان ارادت پناہ وعقیدت
منشان صداقت و دستگاہ اعمال
صالحہ و کردار پسندیدہ است کہ برائے
حصول شرف دارین واقتباس انوار
طیبات کونین بیعت صادقہ بدست
پاکش کردہ پیوستہ پا بوسِ
ملازمت می ماند وحضوری دائمی را

بدخلقی اور خبث باطنی کی پرخار
وادی صفحۂ ہستی سے نیست و
نابود ہو کر تہذیب و شائستگی کا
سدا بہار شاداب بہار بن گئی ہے
ان کی وفات کے وقت سے حال
دل کیا کہوں کیا ہے؛ کچھ کہا نہیں
جاتا اور سینہ خراش غم کے داغوں
کو کسی نہج سے بھی گفتگو کی لڑی
میں پرویا نہیں جا سکتا، زہد و تقویٰ
پرہیزگاری اور ریاضت بزرگ نے
بھی ارادتمندوں اور پختہ اعتقاد
والوں کی طرح ان کے حلقۂ اطاعت
میں کنارہ نشین رہتے تھے دین و
دنیا کی سعادت سے بہرہ
مند ظاہری و باطنی طہارت سے
آراستہ تزکیہ و تنزیہ سے
بہرہ مند جماعت جاں نثار خادم
اور طاعت شعار مریدوں کی
طرح ان کی بزم عقیدت کے
زمیں بوس رہتی تھی ان کے روئے
پاک کے دیدار سے گلشن ایمان
تروتازہ ہوتا اور سیرابی حاصل کرتا

ز عزاز و مباہات خود می پنداشت
پیدا است کہ از پدرود کردن صف
ہستی مولوی اقلیم علم و عمل و کشور
زہد و تقوی بے فرمان فرمادیران
شد و ہر یک از آنہا فاتحہ رخصت
خواندہ راہی لامکاں شد
یارب چہ ملائکان و ساکنان
ملاء اعلی را ضرورت تعلیم ایمان
و اسلام بود کہ برائے رہنمائی و ہدایت
ایشان این بحر معرفت را خواندند
یارب چہ منبر وعظ فردوسیاں
از ناصح برہنہ گو فراز
زبان خالی بود کہ این کار ہر
را برآن نشاندند یارب چہ بالا
نشیناں و فرشتگان
شنیدن تقریر دلپذیر
عالم پاک گوہر را از فرش
جدا کردہ با عرش
شیدند۔ یارب چہ ملائکہ
عشق تحقیق غوامض عرفان بجوش
آمدہ بود کہ بپاس خاطر آنہا این
مہر سپہر فضل و کمال را از بزم دنیا

تھا اور ان کے روشن جبیں کے سے
آفتاب اسلام کی ضیاء روشن ہو
جاتی تھی جس نے ان کو دیکھ لیا اس
نے دل و جان سے اسلامی احکام
قبول کر لئے اور لباس تقوی اور
صداقت پہن لیا جو شرف دارین
کے حصول اور دونوں جہان کے
انوار طیبہ سے منور ہونے کے لئے
آپ کے دست پاک پر سبھی
بیعت کرکے ہمیشہ پابوس ملازمت
رہتا ہے اور دوامی حضور کو اپنے
لئے اعزاز و افتخار سمجھتا ہے۔ وہ
مخلص مریدوں اور صادق
مندوں میں سے اعمال صالحہ اور
پسندیدہ کردار کا حامل ہوتا تھا۔
ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف
کے صف ہستی سے اٹھ جانے کی
وجہ سے علم و عمل کی ولایت اور
زہد سلطنت ویران ہو
گئی ہے اور ان میں سے ہر ایک
فاتحہ رخصت پڑھ کر راہی لامکاں
ہو گیا۔

برداشتہ در حلقۂ کروبیاں رسانید۔
آہ! ہزار آہ [illegible] دنیا خوانیست [illegible]
از طعام ہائے رنگارنگ امانہر آلود
و نوبت شیریں و خوش نشاء خیز [illegible]
مرگ حسرت آموز دیاغے است
[illegible] شمشاد بیر نشاء لیکن از باد سموم
[illegible] پژمردہ و باغیست روح پرور
[illegible] فرحت افزا مگر از لطمۂ خزاں افسردہ

یارب! کیا فرشتوں اور [illegible]
باشندوں کو ایمان واسلام کی تعلیم
کی ضرورت تھی کہ جن کی رہنمائی اور ہدایت
کے لئے اس بحر معرفت کو وہاں
بلایا گیا؟ یارب کیا فرشتوں کا ممبر
وعظ، صاف گو واضح بیان شیریں زبان
ناصحین سے خالی ہو گیا تھا کہ علم و ہنر
[illegible] اس کان کو اس پر لیجا کر بٹھلا دیا گیا
ہے؟ یارب کیا بالا نشینوں اور آسمانی
فرشتوں کو تقریر دلپذیر سننے کی آرزو
تھی کہ اس پاک گوہر عالم کو فرشیوں سے
الگ کر کے ہمیشہ کے لئے عرشیوں
سے وابستہ کر دیا ہے؟ یارب
کیا فرشتوں کی معرفت کی باریکیوں
کی تحقیق کا دریائے عشق جوش میں
آگیا تھا کہ ان کی خاطر اس آسمان
فضل وکمال کے آفتاب کو دنیا کی قوم
سے اٹھا کر فرشتوں کے حلقہ میں
پہنچا دیا۔ آہ! ہزار آہ! دنیا ایک
دستر خوان ہے جو رنگارنگ مگر زہر
آلود کھانوں سے بھرا ہوا ہے [illegible]
ایک شیریں اور پر نشہ خواب ہے

جس کی تعبیر حسرت آموز موت ہے' اور
ایک خوشنما اور پر فضا باغ ہے مگر فنا
کی لو سے پژمردہ ہونے والا۔ اور روح
پرور اور فرحت افزا چمن ہے جو خزاں کے
اثر سے مرجھا گیا ہے ؎

نظم

نہ مردہ است قاسم جہاں مردہ شد
گل تازہ از باغ افسردہ شد
یکے شمع گل شد جہاں شد سیاہ
بہ ابر فنا رفت رخشندہ ماہ
فنا ہست ہر چیز موجود را
بقا ہست بس رب معبود را
خدا را بقاء و ہمہ را فنا
بجز او کسے را نہ باشد بقا
ہر آں کس کہ جاں زندہ دارد بہ تن
گل خوشنما ہست آں در چمن

صرف قاسم نہیں مرا بلکہ سارا جہان مر گیا ہے۔ باغ کا ایک تازہ پھول مرجھا گیا ہے۔ ایک شمع کیا گل ہوئی کہ جہان ہی سیاہ ہو گیا ہے۔ فنا کے بادلوں میں روشن چاند چھپ گیا ہے۔ ہر موجود چیز کے لئے فنا ہے۔ بس رب معبود کے لئے صرف بقا ہے۔ خدا باقی ہے۔ باقی سب فانی ہے اس کے سوا کسی کے لئے بقا نہیں ہے۔ جو شخص زندہ جان بدن میں رکھتا ہے وہ چمن کا ایک خوشنما پھول ہے

ایں غم جگر سوز و حادثہ سینہ دوز	اس جگر سوز غم' اور سینہ دوز حادثے نے
پردۂ زنگاری برسینۂ دلہائے ما	ہمارے دلوں پر ایک پردۂ زنگار کھینچ

کشیدہ کہ دران گزند اندیشہ نیست و
این تیر الم دل فگار از پہلو ہم بدر
سو گذشتہ کہ از وی داد جز دلم
کسے را خبر نیست۔ افسوس بر افسوس
ست کہ شمع جہان افروز در تاریکی
از بزم دین و اسلام بہ طرفۃ العین
بمرد و رقم بہبودی علم و فضل از
جریدۂ کائنات بہ گزلک فنا بہ چشم
زدن برد، ازین آتش اندوہ تر و
خشک کہ داشتم ہمہ را بسوختم و از
خدنگ آہ و دردناک سینۂ ہفت
ورق افلاک را دوختم، و نافہ ہائے
مشک مشام افروز ہر تمنا و آرزو
را در مجمر یاس خاکستر کردم و بساط
خودی و خودداری از ایوان اندیشہ
خود در نوردیدم، و پردۂ نیلگون بر
چہرۂ عروس ہستی فرو انداختم،
و لوائے ماتمی در میدان زندگی بلند
افراختم ۔ دریغ بر دریغ است
کہ بزم یاران برخاست و مینائے
خمری و ساغر انبساط بر سنگ جفا
بشکست و روۂ غمگساران ۔ز خود

رکھا ہے جس میں کسی اندیشہ کا
گزر نہیں ہے اور اس دل فگار رنج
کا تیر پہلو کے پار ہو گیا ہے جس
کی ٹیس کی خبر میرے دل کے سوا کسی
نہیں ہے ۔ افسوس !! افسوس!
کہ تاریکی میں جہان کو روشن کرنے
والی شمع دین و اسلام کی بزم سے
پل بھر میں بجھ گئی اور علم و فضل
کی بہترین تحریر قضا کے قلم سے
پلک جھپکنے میں صفحۂ کائنات سے
محو کر دی گئی ہے غم کی اس آگ
نے جو خشک و تر میرے پاس
تھا سب پھونک دیا آہ و درد
ناک کی سوزش سے ساتوں آسمان
کے سینہ کو میں نے سی دیا ہے
خودی اور ہر تمنا اور آرزو کے
دماغ کو معطر کرنے والی مشک
کی تھیلیوں کو یاس و ناامیدی
کی بھٹی میں جلا کر راکھ کر چکا ہوں
اور خودداری کی بساط دردل
لپیٹ کر رکھ دی ہے۔ وجود
کی دلہن کے رخ پر نیلگونی

بستہ از بازار کون و فساد
برفت و ما را تہلیے یار وہمراہ
دریں دشت پرخار کہ نامش
زندگی ست بگذاشت و نہال
خوش ثمر عزم خود را در چمن
فردوس بکاشت۔
یارب برما و برگذشتگان کہ از
پیش ما در گذشتند رحم کن
و خرمن معصیت را ز برق جہاں
سوز آہ نیم شبی نیکو بسوز و چشم
را آں سیلاب پر جوش دہ کہ
ہمہ خس و خاشاک بزہ و عصیاں
را فرا برد، و گرد ندامت و خجالت
را از چہرۂ سیاہ ما بشوید۔
بیامرز یارب مرا ایں بندہ را
تو آمرزگار است من زشت کار

پردہ اٹھا رزندگی کے میدان میں
ماتمی جھنڈا بلند کئے ہوئے ہوں
افسوس! صد افسوس! کہ بزم یاراں
برخاست ہوگئی اور مسرت کی مینا
اور خوشی کا ساغر قلم کے پتھر سے
چکنا چور ہوگیا اور جماعت غمگساراں
اپنا سامان اٹھا کر اس دنیا سے رخصت
ہوا۔ اور ہمیں اس دشت پرخار میں
جس کا نام زندگی ہے بے یار و مددگار
چھوڑ گیا ہے اور اپنے ارادے کے
اچھے پھلدار درخت کو چمن فردوس
میں جا کر بو دیا ہے۔
یارب ہم پر اور ہمارے اسلاف
پر رحم فرما۔ اور آہ نیم شبی کی برق
جہاں سوز سے خرمن معصیت کو
پوری طرح پھونک دے۔ اور
آنکھ کے چشمہ میں وہ جوش سیلاب
عطا فرما کہ گناہ و معصیت کے سارے
خس و خاشاک کو بہا لے جائے اور
ندامت و شرمندگی کی گرد کو ہمارے
سیاہ چہرے سے دھو دے ۔
ندامت مدہ ایں سرافگندہ را

حکیم عبدالرحمن حشر نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سفینۂ سوئی جس کا عنوان ہے۔ "حکایات مختلف فوائد خیز ندرت آمیز" میں بھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

شیر بیشۂ فضل و کمال بوئے دلآویز گلزار عشق ایزد ذوالجلال۔ شمع شبستان طریقت و شریعت مہر سپہر حقیقت و معرفت عالم کامل و در جود و سخا رشک حاتم جناب مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ از گزیدۂ علما و سنجیدہ فضلا و قصبۂ نانوتہ بودہ است و منازل علوم گوناگوں و نشیب و فراز رموز فنون بوقلموں، بقدم ہمت و نیروے خرتاب خداداد نیکو پیمودہ بود۔ اورا کان علوم و مخزن فنون باید گفت انچہ در توصیف او منشی اندیشہ برنگارد بجا است و ہر قدر کہ تعریفش سرایند آید زیبا است براسرار تصوف وصفائے باطنی از فیض و رہنمائی حاجی امداد اللہ صاحب عبور وافر داشت و در میدان ورع و تقویٰ

فضل و کمال کے شیر عشق الٰہی کے گلزار کی بوئے دلآویز طریقت شریعت کی رات کے لئے شمع حقیقت و معرفت کا آفتاب عالم کامل بخشش و سخاوت میں رشک حاتم جناب مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ۔ قصبہ نانوتہ کے برگزیدہ علما اور سنجیدہ فضلا میں سے ہوئے ہیں گوناگوں علوم کے منازل اور بوقلموں فنون کے نشیب و فراز کے رموز انکی ہمت اور خداداد طاقت کی بدولت طے ہو سکے تھے۔ ان کو معدن علوم اور خزانۂ فنون کہنا چاہیئے ان کی توصیف کاتب فکر جو کچھ لکھ سکے بجا ہے اور جتنی بھی ان کی تعریف کی جا سکے درست ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب کے فیض و رہنمائی سے وہ تصوف اور

لوائے انا لاغیری می افراشت
تابش ذہن و ذکاءش درخشاں تر
از برق خاطف بود و تقریر دلپذیرش
ہر گونہ مشکلات علمی و حکمی را کاشف
آنچہ در ہمہ عمر دیدہ و شنیدہ بود ہمہ
محفوظ خاطر بود سینۂ او را نمونہ لوح
محفوظ باید گفت و لآلی آبدار اندرز
و نصیحتش را در رشتۂ جاں باید
سفت، از بس شیریں کلام و عذب
البیان بودہ و گوئے سبقت از
ہمہ علمائے موجودہ زمان ربودہ
بتاریخ پنجم جمادی الاول سنہ ۱۲۹۷ھ
یکہزار و دو صد و ہفت و نہ ہجری
ازیں کارگاہِ کن فیکون رخت
ہستی برداشتہ راہی ملک جاوید
شد زادگاہ نانوتہ و آرام گاہ واپسیں
قصبۂ دیوبند است۔

صفائے باطن کے اسرار پر کامل عبور
رکھتے تھے۔ میدان ورع و تقویٰ میں
وہ بے مثال فرد تھے۔ ان کی ذکاوت
و ذہانت کی روشنی بجلی سے بھی زیادہ
درخشاں اور ان کی تقریر دلپذیر علم و
حکمت کی ہر قسم کی مشکلات حل کرکے
رکھ دیتی تھی۔ ساری عمر جو کچھ دیکھا
سنا سب ان کو محفوظ تھا ان کے
سینہ کو لوح محفوظ کا نمونہ کہنا چاہیئے
ان کے وعظ و نصیحت کے آبدار موتیوں
کو رشتۂ جانی میں پرونا چاہیئے۔ وہ
انتہائی شیریں کلام اور خوش بیان تھے
اپنے زمانہ کے تمام معاصر علماء سے گوئے
سبقت لے گئے تھے۔ ۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۹۷ھ
کو وہ اس دنیا سے رخت سفر باندھ کر راہی
ملک بقا ہوئے۔ ان کا پیدائشی وطن نانوتہ
اور دائمی خوابگاہ دیوبند ہے۔